نظریۂ تقادم اور اسلامی شریعت

مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

سپیدۂ سحر ظلمت کدہ شب کا پردہ چاک کر کے مشرق سے مغرب کی طرف سفر کرتا ہوا صاف نظر آ رہا ہے، اندھیارے چھٹ رہے ہیں اجیالے پھیل رہے ہیں۔ اور اسلام ایک زندہ قوت، ایک محرک طاقت اور ایک نظام حیات کی صورت میں اپنوں اور بیگانوں سے اپنی افادیت تسلیم کرا رہا ہے۔

آج ارباب فکر و دانش اسلام کو حیات عملی میں کارفرما دیکھنے کے لئے بیتاب ہیں، کیونکہ تہذیب نو ہر فلاح سے خالی ہو چکی ہے۔ اب پوری انسانیت ایک ایسے نظام زندگی کی تلاش میں ہے۔ جو مادی زندگی کی آسائشات کے ساتھ ساتھ روح کے کھوکھلے پن کو بھی دور کر سکے اور سسکتی ہوئی انسانیت کے زخموں کا مداوا کر سکے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا نظریۂ حیات ہے جو مادہ اور روح کی ہم آہنگی، قلب و نظر کی وحدت، نیز فلاح دنیا اور سعادت اُخروی بیک وقت فراہم کرتا ہے۔

یہ اسی حقیقت کا ادراک ہے جو پوری دنیا کے صاحب شعور افراد کو اور بالخصوص تعلیم یافتہ مسلمانوں کو کشاں کشاں اسلام کی جانب لئے آ رہا ہے، اس شعور و ادراک کی صورتیں اور اسلام کی جانب اس رجوع کی شکلیں متنوع سہی، مگر

حقیقت ایک ہی کار فرما ہے، یعنی بقول حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

پھٹنے کو ہے بجلی سے آغوشِ سحاب آخر

پاکستان میں ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ میں یہ شعور و ادراک متاع گذشتہ کی تلاش کا ایک شوق فراواں بن کر ابھرا، اور اس شوق کے مظاہر افق وطن پر طلوع بھی ہوئے۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو اسلامی حدود کے نفاذ کا اعلان ہوا۔ اور بالآخر مقدمات حدود کی سماعت کے لئے وفاقی شرعی عدالت منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔

مقدمات حدود کی سماعت کے دوران مؤقر عدالت میں یہ مسئلہ بھی زیر غور آیا کہ اگر ان مقدمات میں شہادت نامناسب تاخیر کے ساتھ عدالت کے سامنے لائی جائے تو کیا یہ ایسا شبہ نہیں بن جاتی جو حد کے اسقاط میں مفید ہو۔

فقہ اسلامی میں اس صورت حال کو "تقادم" "تاخیر شہادت" "اثبات حق میں تاخیر" اور "جرم کے ثبوت کی فراہمی میں تاخیر" کے عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ایک قانونی اصطلاح کے طور پر "تقادم" ہی کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اس لئے ہم بھی اس تحریر میں آگے تمام مقامات پر تقادم کا ہی لفظ استعمال کریں گے۔

انگریز جس کی غلامی کا داغ ہماری پیشانیوں پر ہنوز باقی ہے اس کی باقیات کی صورت میں ہمارے ملک میں ۱۹۰۸ء کا قانون میعاد Limitation act بھی موجود ہے اور آج تک نافذ العمل بھی ہے۔ مگر میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ یہ قانون، فقہ اسلامی کے نظریہ تقادم کی بہ نسبت انتہائی محدود ہے۔ اور فقہ اسلامی کا نظریہ تقادم اس قانون سے زیادہ جامع، زیادہ مکمل اور زیادہ

عملی افادیت کا حامل ہے۔ سب سے بڑا فرق اُس تصور کا ہے جو ان دونوں میں کارفرما ہے۔ "قانون میعاد" ایک حاکم قوم کا قانون ہے۔ جو اس نے اپنی حاکمیت اور محکوم قوم کے حق انصاف پر تحدیدات Limitation عائد کرنے کے لئے بنایا تھا تاکہ غلام قوم کے افراد حاکم قوم کے منصفین کے پاس اپنے غیر ضروری اور زائدالمیعاد معاملات لے جا کر معزز منصفین کا وقت ضائع نہ کریں۔

جبکہ الفقہ اسلامی کے نظریہ تقادم میں یہ جذبہ کہیں نظر نہیں آتا کہ مسلمان رعایا بلا وجہ اور غیر ضروری طور پر اسلامی عدالت کے فاضل قضاۃ کو تنگ نہ کرے۔ بلکہ اس میں یہ روح کارفرما نظر آتی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو، اسلامی ریاست کے شہریوں کو سزا سے بچایا جائے، اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کیا جائے کہ:

"ادرؤوا الحدود بالشبہات"

جہاں تک ممکن ہو شبہ کی صورت میں حد ساقط کر دو۔

تقادم میں یہ جذبہ نظر آتا ہے کہ ہر ممکن طریقے سے اسلامی ریاست کی عدالتیں شہریوں کی جان و مال کا تحفظ کریں اور ان کے فیصلے شہریوں کے انفرادی اور اجتماعی مفادات میں ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ نظریہ تقادم جب چوری کے جرم میں جاری ہوتا ہے تو چور قطع ید (ہاتھ کٹنے) کی سزا سے بچ جاتا ہے لیکن عدالت اس امر کی بھی پابند ہوتی ہے کہ اگر جرم سرقہ ثابت ہو جائے تو چور سے مسروقہ مال مسروق منہ (جس کا مال چوری ہوا ہے) کو دلوایا جائے۔ نظریۂ تقادم نے ایک جانب چور کو ہاتھ کٹنے سے بچایا، دوسری جانب جس کا مال چوری ہوا تھا اس کو اس کا مال واپس دلوا دیا اور تیسری جانب مسروق منہ

کی لازمی نفسیاتی تشفی اور سارق کو جرم سرقہ سے آئندہ احتراز کرنے کے لئے اس پر سزائے تعزیر عائد کی۔ اور بلا شبہ یہ تینوں پہلو اسلامی ریاست کے شہریں کے مفاد میں ہیں۔

فقہ اسلامی میں تقادم کے معنی یہ ہیں کہ :—

۱۔ ارتکاب جرم کے بعد آنے والی شہادت میں بلا ضرورت قابلِ لحاظ تاخیر ہو جائے اور عدالت کے سامنے یہ شہادت یا بیّنہ تاخیر سے پیش کیا جائے [۱]

۲۔ عدالت میں ایک جرم ثابت ہو جانے اور اس کا فیصلہ ہو جانے کے بعد نفاذ سزا میں قابل لحاظ تاخیر ہو جائے۔

قصاص و دیت کے مقدمات میں تقادم نہیں ہے کیونکہ قصاص حق العبد ہے اور حقوق العباد مدت کے گذرنے سے ساقط نہیں ہوتے۔

بہر حال جرائم حدود میں سے تین حدود (حد زنا[۱]، حد سرقہ[۲] اور حد خمر[۳]) میں تقادم کو تسلیم کیا گیا ہے [۲]

تقادم کے مسئلہ میں خاصا فقہی اختلاف ہے۔ یعنی حدود ثلاثہ (زنا، سرقہ، شرب) میں فقہائے احناف کے نزدیک تقادم حد ساقط کر دینے والا شبہ ہے۔ جبکہ فقہائے ثلاثہ کے نزدیک حدود میں تقادم شرط نہیں ہے۔ البتہ

---

[۱] ڈاکٹر عبد العزیز: التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۵۲۰ مصر
ابو زہرہ: الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی: ص ۵۲۵ جلد ۱ مصر
عبد القادر عودہ الشریعۃ الجنائی الاسلامی جلد ۱ ص ۷۷۸ مصر

[۲] الکاسانی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: جلد ۷ ص ۴۶ مصر

تعزیرات میں تمام فقہاء کے نزدیک شرط ہے۔

اس فقہی اختلاف کی توضیح علامہ ابن الہمام نے چار اقوال کی صورت میں کی ہے اور فقیہہ عصر ابو زہرہ نے بھی ان آرا کو بیان کیا ہے۔

پہلی رائے

تقادم کا اصول تمام حدود میں جاری ہوگا، یعنی اگر کسی جرم حد کے ارتکاب کے بعد اس کی شہادت کے عدالت کے سامنے پیش ہونے میں، مقررہ مدت گذر جائے اور اس مدت میں شاہد کے لئے شہادت دینا ممکن ہو تو یہ شہادت قابل رد ہو گی۔ جبکہ امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہ ہے کہ شہادت تو رد ہو جائے گی لیکن اقرار (اعتراف) ماسوائے حد شُرب کے قبول ہو گا۔ یعنی حد شرب میں اعتراف کی صورت میں بھی تقادم ہے۔ اور مدتِ تقادم منہ سے بُو کا چلا جانا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ منہ سے شراب کی بُو ختم ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص عدالت کے سامنے یہ اعتراف کرے کہ اس نے فلاں وقت شراب پی تھی تو اس پر حد شرب جاری نہیں ہو گی۔ البتہ وہ مستحق تعزیر متصور ہو سکتا ہے۔

دوسری رائے

(مقدمات حدود میں) شہادت (بصورت تقادم) رد ہو جائے گی اور اقرار بہر صورت قابل قبول ہوگا، یہاں تک کہ حد شرب میں بھی قابل قبول ہو گا۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے۔ کیونکہ اقرار میں تاخیر سے شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ کوئی شخص اپنی ذات کا دشمن نہیں ہوتا۔ اس لئے اقرار میں تاخیر ہو جانے سے اس کی

ثبوت اثباتِ جرم کم نہیں ہوتی کیونکہ اقرار میں تاخیر کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ پہلے مُقِر کو تردد ہو کہ میں اقرار کروں یا نہ کروں لیکن بعد میں وہ خدا ترسی کی بنا پر اقرار کا فیصلہ کر لے۔

تیسری رائے شہادت میں تاخیر (تقادم) ہو یا اعتراف (اقرار) میں کسی بھی صورت میں یہ تاخیر مانع حد نہیں ہے، اس لیے کہ یہ تاخیر شبہ پیدا نہیں کرتی کیونکہ قول حق میں تاخیر اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں بنتی۔ یعنی شہادت یا اقرار میں تاخیر اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ شہادت یا اقرار باطل ہے اور بایں صورت یہ تاخیر یا شبہ نہیں بنتا جس سے حد ساقط ہو جائے۔ یہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی رائے ہے۔

چوتھی رائے شہادت یا اقرار کی تاخیر تمام — جرائم سرقہ، زنا اور شُرب کے اثبات میں شبہ پیدا کرتے ہیں[1]

ہم ان چاروں اقوال و آراء کو تلخیص کے ساتھ حسب ذیل دو نظریات کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں۔

پہلے نظریہ کی اساس امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ رحمتہ اللہ علیہم کی رائے پر قائم ہے کہ سزائے حد کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی خواہ شہادت کے عدالت کے سامنے پیش کئے جانے میں کتنی ہی تاخیر ہو جائے۔ اور سزا جاری نہ ہو، نیز یہ کہ عدالتی کارروائی کے آغاز میں خواہ کتنی ہی تاخیر ہو جائے، جرم ساقط نہیں ہوتا۔

---

[1] امام ابن الہمام، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۶۴ مصر ابو زہرہ الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۲۲۵ مصر

البتہ اگر ملکی مصالح اور مصالح عامہ اس امر کے مقتضی ہوں کہ تقادم کو تعزیزات اور جرائم تعزیرات ساقط کر دینے والا شبہ قرار دیا جائے تو عدالتوں کو یہ اختیار ہے کہ وہ تعزیرات کی حد تک تقادم کو مانع سزا یا مانع (اثبات جرم) قرار دے سکتی ہیں۔

بہرحال اس امر کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے کہ تقادم شہادت جرم کے اثبات پر اثر انداز ہوتا ہے یا یہ کہ یہ تاخیر حد کو ساقط کر دینے والا شبہ بن جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن و سنّت میں ایسی کوئی نص موجود نہیں ہے۔ (ماسوا اس اثر کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) اس لیے کہ حدود حق اللہ ہیں اور اولوالامر یا عدالت یا مجنیٰ علیہ کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ اس سزا کو ساقط کر دے یا جرم کو ساقط کر دے۔ [1]

دوسرے نظریہ کی بنیاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ اور ان کے اصحاب کی اس رائے پر قائم ہے کہ تقادم یا تاخیر شہادت قصاص و دیت اور قذف کے جرائم کے اثبات پر اور ان جرائم کی سزاؤں کے اجراء پر اثر انداز نہیں ہوتی جبکہ حدود ثلاثہ ــــ زنا، سرقہ، شرب خمر کے اثبات میں اور تمام تعزیرات میں تقادم اثر انداز ہوتا ہے۔

حقوق العباد میں تقادم مانع نہیں ہے۔ اس لیے حد قذف میں تقادم اثر انداز نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں حق العبد (یعنی جس شخص کی ذات پر قذف سے عار آیا ہے اس عار کو دور کرنا) موجود ہے اور نیز اس لیے کہ قذف میں (مقدمہ

---

[1] عبدالقادر التشریع الجنائی الاسلامی ج ۱ ص ۷۷۸ مصر۔

کی سماعت اور اجرائے حد کے لیے مدعی کی جانب سے) دعوٰے شرط ہے۔ اس لیے تاخیر شہادت انعدام دعوٰے متصور ہوگی۔

فقہائے احناف میں سے امام زفر رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ اس رائے کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ ائمہ ثلاثہ کے ہم نوا ہیں [۱]

نظریۂ تقادم کے سلسلے میں ابو زہرہ، امام ابو حنیفہ کی رائے کی توثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جرم حد (بینہ) کی ایک شرط عدم تقادم ہے۔ اور یہ عام تقادم حدود ثلاثہ ـــــ حد زنا، حد سرقہ، اور حد شُرب خمر ـــــ میں شرط ہے جبکہ حد قذف میں شرط نہیں ہے۔

حدود ثلاثہ اور قذف میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ شاہد (گواہ) جب مشاہدہ جرم کرتا ہے تو اس کے سامنے از روئے شریعت دو راستے ہوتے ہیں کہ یا تو خالصتاً لِللہ فوری طور پر گواہی دے کیونکہ فرمان الٰہی ہے ـــــ

"و اقیموا الشہادۃ للہ"

یا اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرلے کہ فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

"من ستر علی مسلم ستر اللہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا و الآخرۃ" [۲]

---

[۱] عبد القادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی جلد ۱، ص ۷۸، مصر
اللباب المیدانی، جلد ۳ ص ۵۸
حاشیہ ابن عابدین جلد ۳ ص ۱۷۲، ۱۷۳
الکاسانی بدائع الصنائع جلد ۷ ص ۴۶، ۴۷
عبد العزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ

[۲] ابو زہرہ الجریمۃ، ص ۴۶

جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کی اللہ روز قیامت اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائے گا" [1]

اگر اس نے جرم کے وقوع کو دیکھنے کے بعد ایک عرصہ تک گواہی نہیں دی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے ستر کے پہلو کو ترجیح دی ہے۔ لیکن جب ایک مدت گزرنے کے بعد پھر گواہی دیتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ اپنے مشہود علیہ کے خلاف کوئی ضغینہ (عداوت یا دشمنی) پیدا ہوا ہے جس نے ایک عرصہ گزرنے کے بعد اسے اس کے خلاف گواہی دینے پر اکسایا ہے، لہٰذا اس کی یہ شہادت قبول نہ ہو گی اس لئے کہ فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے

لا تقبل شهادة خصم و لا ظنين

خصم اور متہم کی شہادت قابل قبول نہیں ہے

نیز حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ ——

"ايما شهود شهدوا على حد لم يشهدوا حضرته فانما شهدوا على ضغن فلا شهادة لهم"

جو لوگ کسی ایسی حد کی شہادت دیں، جس کی شہادت انہوں نے اس کے وقوع کے وقت نہیں دی تو ان کی شہادت قبول نہیں ہو گی [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر صحابہ میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اجماع کے درجے میں ہو گیا اور اس سے

---

[1] ابو زہرہ الجریمۃ، ص ۴۶

[2] ایضاً

معلوم ہوگیا کہ کسی جرم کے سلسلے میں تاخیر سے آنے والی شہادت کینہ پر مبنی متصور ہوگی اور قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ تاخیر تہمت پیدا کرتی ہے اور متہم کی شہادت حسب فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم قابل قبول نہیں ہے۔

بخلاف حد قذف کے کہ اس میں تاخیر کینہ اور تہمت پر دلالت نہیں کرتی اس لئے قذف کے مقدمے کی سماعت کے لئے مدعی (مقذوف) کا دعویٰ شرط ہے اس لئے اس میں تاخیر شہادت تاخیر دعویٰ پر مبنی ہوگی۔ جبکہ حدود ثلاثہ میں دعویٰ شرط نہیں ہے، اس لئے تاخیر شہادت، تقادم ہے اور کینہ اور تہمت کی حامل ہے۔

جہاں تک حدود ثلاثہ کے مانع قبول شہادت ہونے کا تعلق ہے تو وہ اس صورت میں ہے کہ یہ تاخیر شہادت بغیر کسی ظاہری عذر کے ہو اگر کوئی عذر موجود ہو، مثلاً شاہد ایسے دور دراز مقام پر ہو کہ اس کے عدالت میں حاضر ہونے میں تاخیر ہو سکتی ہو تو بصورت عذر یہ تاخیر شہادت کے قبول سے مانع نہیں ہوگی [۱]

شیخ محمد ابوزہرہ نے نظریۂ تقادم کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ـــ

"عدالت میں کسی جرم حد پر شہادت کا تاخیر سے پیش ہونا حد کو ساقط کرنے والا شبہ بنتا ہے جبکہ تاخیرِ اقرار شبہ نہیں ہے"۔

اس رائے کی دلیل دو اجزاء پر مشتمل ہے ایک جز یہ کہ عدالت کے سامنے شہادت جرم پیش ہونے میں تاخیر ہو جانا حد جرم کے سقوط کا حامل شبہ پیدا کرتا ہے اور دوسرا جز یہ ہے کہ اس مسئلے میں شہادت اور اقرار میں فرق ہے۔

---

[۱] الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ۷ ص ۴۶ مصر

پہلے جز کی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے اپنے بندوں کو ادائے شہادت کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے

"واقیموا الشہادۃ للہ"۔ (الطلاق: ۲)

یہ گواہ اللہ کے لئے شہادت پر قائم ہیں۔ نیز فرمایا:

"واستشہدوا شہیدین من رجالکم" (البقرہ: ۲۸۲)

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو۔ اور فرمایا:

"فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم" (النساء: ۱۵)

ان عورتوں پر اپنے میں سے چار گواہ لاؤ۔

مزید یہ ہے کہ کتمان شہادت سے منع فرمایا:

"ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ" (البقرہ: ۲۸۳)

جو اس شہادت کو چھپائے گا، اس کا دل گناہ گار ہے۔

ادائے شہادت کے ان احکام کے ساتھ ساتھ ستر مسلم بھی شریعتِ اسلامیہ میں دیا ہے کیونکہ اللہ سبحانہٗ نے اشاعت فاحشہ سے منع فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"[۱]

ان دونوں نوعیتوں کے احکام کی روشنی میں شاہد کے سامنے دو پہلو آگئے ایک یہ کہ وہ جرم سے پیدا ہونے والے فساد کو ختم کرنے کے لئے معاشرے کی پامال شدہ اخلاقی

---

[۱] ابوزہرہ الجریمۃ ص ۶۴

حالہ:، کو بحال کرنے کے لئے اور اللہ کی حدود کے نفاذ میں مدد دینے کے لئے شہادت دے، اور دوسرا پہلو یہ کہ وہ ستر مسلم کو ترجیح دے۔ یعنی شاہد معاملۂ شہادت میں حق اللہ اور حق معاشرہ کا امین ہے، اور اس پر لازم ہے کہ اس حق کو پوری امانت کے ساتھ ادا کرے اس طرح کہ اگر وہ امانتاً یہ سمجھے کہ عدالت کے روبرو گواہی دینا معاشرے کو اخلاقی فساد سے بچانے کے لئے ضروری ہے تو وہ یہ قدم اٹھائے اور اگر وہ یہ سمجھے کہ جو کچھ اس نے دیکھا وہ ایک مسلمان کی لغزش ہے اور ایک مجرمانہ ذہنیت کا سوچا سمجھا اقدام نہیں ہے تو مسلمان کی لغزش پر پردہ ڈال دے۔

شاہد کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ ان میں سے ایک پہلو کو فوری طور پر اختیار کرے۔ کیونکہ شہادت میں بغیر عذر اور بلا کسی وجہ کے تاخیر کینہ، دشمنی اور عداوت کے کسی نئے پیدا ہو جانے والے جذبہ پر مبنی متصور ہو گی۔ اور سمجھا یہ جائے گا کہ چونکہ وقت وقوعِ جرم شاہد کو مشہود علیہ کے خلاف کوئی دشمنی یا عداوت یا کسی قسم کی کوئی کد و کد نہیں تھی۔ اس لئے اس نے گواہی نہیں دی اور خاموش رہا۔ اور جب بعد میں کسی وجہ سے کوئی عداوت دشمنی یا کد (ضغینہ) پیدا ہو گئی، تو شاہد نے مشہود علیہ کے خلاف گواہی دیدی اور اس طرح اس کی شہادت حاملِ تہمت ہو گئی اور فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق شہادۃ الظنین (متہم کی شہادت) قابلِ قبول نہیں ہے۔ یعنی اس شاہد کی شہادت سے یہ تہمت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ اتنا عرصہ ادائے شہادت سے کیوں گریزاں رہا اور اس وقت کیوں سکوت اختیار کیے رکھا اور وہ نکتہ یہی ہے جس کی حضرت عمرؓ نے وضاحت فرمائی ہے اور جس کو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے:

"اگر گواہوں نے کسی ایسے جرم حد کی گواہی دی، جس کی گواہی انہوں

نے وقت وقوع جرم نہیں دی تھی تو یہ شہادت ضغینہ ہے اور

قابل قبول نہیں ہے۔" سلہ

بہرحال اس امر میں شبہ نہیں ہے کہ شہادت سے سکوت اختیار کرنے میں یا تو تہمت ضغینہ ہے یا تہمت فسق ہے، اور شہادت سے سکوت ان ہر دو تہمتوں کا حامل ہے، جہاں تک شہادت کی غیر ضروری تاخیر میں ضغینہ ہونے کا گمان (مظنہ ضغینہ) ہے تو وہ حسب بیان سابق ظاہر ہے اور جہاں فسق کا احتمال ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کتمان شہادت سے شاہد فاسق ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ فرمان الٰہی ہے:

"ولا تکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه آثم قلبه"

شہادت کو نہ چھپاؤ، اور جو شخص شہادت کو چھپائے گا۔ تو اس کا قلب گنہگار رہوگا۔"

مندرجہ بالا بیان سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سرقہ، زنا اور شرب خمر کی حدود کی شہادت میں تاخیر سے یہ حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ جبکہ اقرار میں تاخیر سے، خواہ یہ حدود کتنی ہی طویل مدت کی ہوں، حدود کا اثبات ہو جائے گا، اور تاخیر سے جرائم حدود کے اثبات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ اقرار میں گمان عداوت (مظنہ ضغینہ) نہیں ہے کہ انسان خود اپنا دشمن نہیں ہوتا اور بالخصوص اس صورت میں جبکہ اقرار ایک سخت سزا کی صورت میں ظاہر ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اقرار کرنے والا اپنے ضمیر کی خلش کو ایک عرصہ تک دباتا رہا لیکن ایک وقت آیا کہ اس کے ضمیر نے

سلہ ابوزہرہ، الجریمۃ ص ۴۶

اسے مجبور کر دیا کہ وہ اعتراف جرم کر کے دنیا کی سزا بھگت لے۔ اور سزائے آخرت سے بچ جائے۔

"ولعذاب الاٰخرۃ اشد و ابقٰی" (طٰہٰ: ۱۲۷)

حضرت امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جرم شُرب خمر (مے نوشی) کے ثبوت میں تاخیر اقرار مؤثر ہے، اور تاخیر کی صورت میں اقرار قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ صحابہ کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ شُرب خمر کی حد کا اجراء اس صورت میں ہوگا، جبکہ اس کا ثبوت اس حالت میں فراہم ہُوا ہو، کہ مے نوش کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شرب خمر کی حد کے لئے یہ شرط عائد کی کہ شارب خمر (مے نوش) کو اس حالت میں لایا جائے کہ اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو، اور ظاہر ہے کہ مے نوشی کے اقرار میں تاخیر کی صورت میں وقت اقرار مے نوش کے جسم اور اس کی عقل سے تمام اثرات زائل ہو چکے ہوں گے۔

اس مقام پر ضروری ہے کہ قاضی ابن ابی لیلی کی رائے بھی ذکر کر دی جائے وہ فرماتے ہیں کہ شہادت اور اقرار ہر دو کی تاخیر سے جرائم حدود ساقط ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان سخت سزاؤں سے اسلام کا مقصود یہ ہے کہ مجرم جرم سے باز آئے اور افراد معاشرہ کو تنبیہ ہو اور ردع اور انذار کا مقصود اس وقت حاصل ہوتا ہے جب جرم

سلہ بدائع الصنائع، جلد ۷، ص ۴۷، ۵۱، ۱۶، مصر، فتح القدیر جلد ۴، ص ۱۱۲، ۱۶۴ مصر الذیلعی تبیین الحقائق، جلد ۳، ص ۱۸۸۔ وما بعد ابوزہرہ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی، ص ۴۴، وما بعد مصر۔ الاکتور ابوالمعاص حافظ ابوالفتوح النظام العقابی الاسلامی ص ۲۵۹، وما بعد۔

کا اثبات فوری ہو اور اس کی سزا علی الفور جاری ہو اور تاخیر شہادت یا اقرار سے مقصود حاصل نہیں ہوتا جبکہ اقرار میں تاخیر کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مجرم نے خلوص نیت کے ساتھ توبہ کرلی ہو اور اس نے عدالت کے سامنے اقرار اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے کیا ہو۔

امام ابن ابی لیلیٰ کی یہ رائے تفقہ کی حامل ہے کیونکہ فقہاء کرام نے توبہ کو مانع سزائے حد قرار دیا ہے۔[1]

یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ تقادم کی وہ صورت ہے جبکہ تاخیر شہادت کی بناء پر یا تاخیر اقرار کی بناء پر جرم حد کے اثبات میں تاخیر ہو جائے۔ اب رہ گئی تقادم کی یہ صورت کہ جرم کا اثبات ہو چکا ہو۔ اور عدالت سزائے حد کا فیصلہ سنا چکی ہو، اس کے بعد کسی بھی وجہ سے سزائے حد کے نفاذ میں تاخیر ہو جائے تو کیا یہ تقادم بھی نفاذ سزا پر اثر انداز ہو گا۔ اس سلسلے میں ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہم اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محکوم علیہ پر سزائے حد کے نفاذ میں تاخیر بھی اقامت حد سے مانع ہو گا۔

امام ابن الہمام فرماتے ہیں ——

"جس طرح ابتدائی تقادم قبول شہادت سے مانع ہے اس طرح فیصلے کے بعد تقادم اجرائے سزا سے مانع ہے حتیٰ کہ اگر کسی پر حد جلد جاری ہو رہی ہو اور وہ دوران ضرب بھاگ جائے پھر ایک مدت گزرنے کے بعد پکڑا جائے، تو اب وہ بقیہ حد پوری نہیں کی جائے گی۔ یہی رائے

---

[1] ابو زہرہ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۸۴۔

ائمہ ثلاثہ کی ہے جبکہ امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ تقادمِ اجرائے حد مانع سزا نہیں ہے" ۵۱

مندرجہ بالا بیان حدود اور تعزیرات کے جرائم اور ان کی سزاؤں پر تقادم کے اثرانداز ہونے کے بارے میں تھا۔

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ دیوانی معاملات پر تقادم کس حد تک اثرانداز ہوتا ہے اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ دیوانی معاملات میں حق العبد موجود ہوتا ہے اور حق العبد تاخیر سے ساقط نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے یہاں پر بلاعذر وقت گزر جانے کی بناء پر دعویٰ عدالت کے لئے قابل سماعت نہیں ہوگا لیکن یہ تقادم صاحب حق کے حق کو باطل نہیں کرے گا۔ بلکہ یہ تقادم محض عدالت کے لئے ایک مانع ہوگا کہ وہ دعویٰ نہ سنے جبکہ صاحب حق کا حق باقی رہے گا۔ یعنی اگر مدعا علیہ خود ہی اس حق کا اقرار کرلے تو اس پر اس حق کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔

اگر تقادم سے حق عبد بھی باطل ہو جاتا تو اس صورت میں مدعا علیہ کے اقرار سے بھی اس پر حق کی ادائیگی لازم نہ ہوتی ۵۲

مجلۃ الاحکام العدلیہ کی دفعہ ۱۶۶۰ قرض ودیعت، جائیداد میراث اور دیگر معاملات دیوانی میں پندرہ سال مدت گزر جانے کو تقادم مانع سماعت دعویٰ قرار دیتی ہے ۵۳

دفعہ ۱۶۶۱ متولی کے اور اصل وقف سے متعلق ملازمین کے ۳۶ سال کے بعد دعویٰ کو ناقابلِ سماع قرار دیتی ہے ۵۴

---

۵۱ فتح القدیر، جلد ۴، ص ۱۶۴ مصر۔ ابوزہرہ، فلسفۃ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۹۴

۵۲ سلیم رستم باز اللبنانی شرح المجلۃ ص ۹۸۳ طبعہ ثالثہ بیروت

۵۳ ایضاً ص ۹۸۴

۵۴ ایضاً ص ۶۸۶

"مرورِ زمان جو سماعِ دعویٰ سے مانع ہے وہ مرورِ زمان ہے جو بلا عذر ہو لیکن جو زمانہ عذرِ شرعی کے ساتھ گزرا ہو وہ سماعتِ دعویٰ میں مانع نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہ مدعی صغیر (کم سن) ہو، یا مجنون ہو، یا وہ مدتِ سفر کے برابر دور کے شہر میں ہو، یا معتوہ (فاتر العقل) ہو خواہ اس کا کوئی وصی ہو یا نہ ہو یا اس کا مدمقابل (خصم) غالب و طاقتور ہو، تو اس مدت (عذر) کا اعتبار لازم ہوگا، بلکہ مرورِ زمانہ کی تاریخ اس عذر کے ازالہ کے بعد سے شروع ہوگی مثلاً اس زمانہ کا اعتبار نہیں ہوگا جو بچہ کا بلوغ سے پہلے گزرا ہے بلکہ بلوغ کے بعد کے زمانے کا اعتبار ہوگا۔ اس طرح اگر کسی شخص کا دعویٰ کسی غالب طاقتور شخص سے متعلق ہو اور اس کے تغلب کی وجہ سے مرورِ زمانہ ہو جائے تو یہ مرورِ زمانہ سماعِ دعویٰ سے مانع نہیں ہوگا۔ بلکہ مرورِ زمانہ کا شمار اس تغلب کے ختم ہو جانے کے بعد سے ہوگا۔"

یہ اعذارِ شرعی جو مذکورہ دفعہ میں بیان کیے گئے ہیں تین قسم کے ہیں ——

پہلی قسم: قاصریت : یعنی اگر صاحبِ حق صغیر یا مجنون وغیرہ ہو۔

دوسری قسم: غَیَاب : مدعی یا مدعا علیہ کا غائب ہونا۔

تیسری قسم: تَغَلُّب : مدعا علیہ کا صاحبِ قوت ہونا جو مدعی کو اس پر دعویٰ کرنے سے باز رکھے۔

اعذار کی موجودگی میں اگر تقادم (مرورِ زمانہ) ہو جائے تو یہ دعویٰ کی سماعت سے مانع نہیں ہوگا۔ بلکہ تقادم (مرورِ زمانہ) کی مدت اس عذر کے رفع ہونے کے بعد شروع ہوگی۔[1]

---

[1] علی حیدر، درر الحکام شرح مجلة الاحکام کتاب ۱۴، ص ۲۶۸، طبع بیروت

مدت تقادم کے بارے میں بھی فقہاء کے مابین اختلاف موجود ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے کہ مدت چھ ماہ ہے، امام محمد رضی اللہ عنہ سے ایک ماہ کی مدت کی بھی روایت ملتی ہے جو امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ رحمہم اللہ علیہ سے بھی مروی ہے کہ قاضی خان نے کہا کہ مدت تقادم ایک ماہ یا اس سے زائد ہے۔

راجح قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے تقادم کی کوئی مدت متعین نہیں کی۔ اور ہم نے ان سے تحدید مدت کے لئے کہا تو انہوں نے انکار فرما دیا [۱]

بہرحال اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہی ہے کہ تقادم کی کوئی مدت متعین نہ کی جائے اور اس کو قاضی (عدالت) کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے [۲]

البتہ حد خمر میں مدت تقادم اس کی خمر کی بو کا دور ہو جانا ہے [۳]

علی علی منصور نے جرم زنا کے سقوط کی حد وقوع جرمیہ سے اقرار تک دس سال متعین کی ہے۔ اور سقوط سزائے رجم کی تیس سال اور سقوط سزائے جلد کی دس سال قرار دی ہے [۴]

اسی طرح جرم قذف کے سقوط کی تین سال اور سقوط حد قذف کی پانچ سال قرار دی ہے [۵] اور جرم سرقہ کے سقوط کی حد تین سال قرار دی ہے [۶]

---

[۱] احمد فتحی بہنسی، العقوبہ فی الفقہ السلامی، ص ۲۲۳ مصر، عبدالعزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ص ۵۲۵ مصر

[۲] التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۵۲۵ البدائع جلد ۷ ص ۴۷

[۳] احمد فتحی: العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۲۲۳ مصر

[۴] علی علی منصور: نظام التجریم والعقاب ص ۲۴۵

[۵] ایضاً صفحہ ۲۹۰

[۶] ایضاً ص ۱۳۳

مجلۃ الاحکام میں دیوانی معاملات میں تقادم کی مدت کی مختلف تحدیدات کی گئی ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہوگا۔ اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ ہر مقدمہ کی نوعیت کے لحاظ سے عدالت کو فیصلہ کرنا چاہیئے کہ ایک خاص مقدمہ میں تاخیر شہادت یا تاخیر اثبات کی مدت اتنی طویل ہے کہ یہ جرم یا اس کی سزا پر اثر انداز ہونے کے لئے کافی ہے۔

اس مقالے کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نظریۂ تقادم سے متعلق چند اہم نکات بطور تلخیص بیان کر دئے جائیں۔

۱۔ کتاب وسنّت کی ایسی کوئی نص قطعی موجود نہیں ہے جس سے صراحتاً یہ معلوم ہو کہ شہادت میں تاخیر جرائم حدود و تعزیرات، پر یا ان کی سزاؤں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ماسوا اس اثر کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"ایما شہود شہدوا علی حد لم یشہدوا عنہ حضرتہ فانما شہدوا علی ضغن فلا شہادۃ لہم"

جو گواہ کسی ایسی حد کی گواہی دیں جس کی گواہی انہوں نے وقت وقوع جرم نہیں دی تو یہ شاہد بربنائے ضغینہ (کینہ) شہادت دینے والے ہیں۔

مگر یہ اثر حضرت حسن سے مرسلاً مروی ہے اور مراسیل حسن قوی نہیں ہیں [۱]

۲۔ تقادم کے جرائم اور ان کی سزاؤں پر اثر انداز ہونے کے بارے میں فقہی اختلاف جرائم حدود اور ان کی سزاؤں میں ہے، تعزیرات میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باتفاق فقہاء اگر عدالت کسی بھی تعزیر کے اثبات میں تقادم

---

[۱] ابو یعلی الاحکام السلطانیہ ص ۲۴۸

کے مطابق مصلحت متصور کرلے تو جرم کو یا سزا کو ساقط کر سکتی ہے۔ اس طرح دیوانی معاملات میں بھی تقادم دعاوی پر اثر انداز ہوگا۔

۳۔ اصولاً تاخیر شہادت شاہد کے بارے میں ضغینہ (عداوت) کا شبہ پیدا کرتی ہے۔ چونکہ حدود شبہات سے ساقط ہوتے ہیں۔ اس لیے اس شبہ سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ اور اس بات کا تعین کہ تقادم نے مظنۃ ضغن (گمان، عداوت) پیدا کیا ہے یا نہیں، عدالت ہی کر سکتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر عدالت کسی معاملہ میں تقادم شہادت کو شبہ عداوت متصور نہ کرے تو اسے یہ استحقاق حاصل ہے۔ کیونکہ بنیادی طور پر ہر طرح کے شبہ کا تعین عدالت ہی کا کام ہے۔

۴۔ جو تقادم سقوط حد کا حامل بنتا ہے وہ تو وہ ہے جو بلا عذر ہو۔ اگر عذر موجود ہوگا تو تقادم نہیں ہوگا، اور اس سے جرائم حدود و تعزیرات پر یا دیوانی مقدمات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۵۔ حق عبد پر تقادم اثر انداز نہیں ہوتا اس وجہ سے تقادم کا حد قذف پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ فقہاء کے نزدیک اس میں حق العبد موجود ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ خالص حق العبد ہے یعنی قذف میں حق اللہ کی وجہ سے حق العبد کمزور نہیں پڑتا بلکہ تاخیر کے باوجود شہادت اور اقرار دونوں قابل سماع ہوں گے۔ کیونکہ قذف میں حق العبد یہ ہے کہ اس کی عزت پر جو حرف آیا ہے وہ مٹایا جائے جو اس صورت میں مٹے گا کہ قاذف کو شریعت کی مقرر کردہ سزا دی جائے [۱]

---

[۱] ابو زہرہ الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۵۴

جبکہ جرم سرقہ میں حق العبد اس کا وہ مال ہے جو چوری ہوا ہے۔ اس لئے تقادم سے حد تو ساقط ہو جائے گی مگر مال مسروق کی ادائیگی بہرحال کرنا ہوگی اور چور پر حد یا تعزیر کے ساقط ہونے کے باوجود بھی مسروق منہ کا مال واپس کرنا لازم ہوگا۔

۶۔ قانون ساز ادارے مختلف مقدمات میں تقادم کی مدت متعین کر سکتے ہیں، مگر میرے خیال میں، علی علی منصور نے اور المجلہ نے جو مدتیں متعین کی ہیں وہ بہت طویل مدتیں ہیں۔ اور ان سے شریعت اسلامیہ کے فوری اور مؤثر انصاف کی روح متاثر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ حدود و تعزیرات میں اور دیوانی معاملات میں تقادم کی مدتیں متعین نہ کی جائیں۔ بلکہ اس مسئلہ کو عدالت کی صوابدید پر چھوڑا جائے کہ وہ ہر انفرادی مقدمے میں جدا جدا یہ فیصلہ کرے کہ اس میں تقادم ہوا ہے یا نہیں۔ اور بعد ازاں یہی عدالتی نظائر آئندہ مقدمات میں تقادم کی مدت فیصلے میں کام دیں۔ کیونکہ حالات و مسائل بدلتے رہتے ہیں اور ہر مقدمہ کی نوعیت جداگانہ ہوتی ہے اور اس مخصوص نوعیت کی روشنی میں عدالت بہتر طور پر مدت تقادم کا فیصلہ دے سکتی ہے۔

۷۔ تقادم کا مسئلہ اجتہادی نوعیت کا حامل ہے اور حالات و ضروریات کے پیش نظر اس میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تقادم کے تمام پہلوؤں کو بصورت دفعات از سر نو مدون کیا جائے۔ اور اس کو جدید قوانین کے مماثل بنا کر پیش کیا جائے تاکہ فقہ و قانون کی دنیا میں اس کی عملی افادیت نمایاں اور اسلامی قانون شریعت کے نفاذ کی پیش رفت میں معاون ہو سکے۔

وما توفیقی الا باللہ